جناب ملک عبدالرشید عراقی

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ولادت اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (۱۱۱۸ھ) سے چار سال قبل ۱۱۱۴ھ میں ہوئی ——— یہ وہ دور تھا، جب مسلمان رسوم و رواج کی الجھنوں میں جکڑے ہوئے تھے، جھوٹے فقراء و مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے ان کی قبروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے۔ مدرسوں میں ایسے علوم پڑھائے جاتے تھے جو کسی عالم کے علم میں اضافہ نہیں کر سکتے تھے۔ مسائلِ فقہ میں تحقیق و تدقیق ایک بہت بڑا مذہبی جرم تھا۔ عوام تو عوام رہے، علماء بھی قرآن و حدیث کے احکام و ارشادات سے بے خبر تھے۔

آپ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم ایک عالمِ کامل تھے۔ خصائلِ حمیدہ اور اخلاقِ ستودہ کے جامع تھے، شجاعت و فراست اور دینی غیرت ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ ساری عمر امر بالمعروف، نہی عن المنکر میں بسر ہوئی، ۱۱۳۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے ۱۵ سال کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی۔ آپ نے جملہ علومِ اسلامیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم سے کی تھی ۱۱۴۲ھ میں شاہ ولی اللہ حجِ بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے، وہاں آپ نے حرمین شریفین کے اساتذہ سے حدیث پڑھی۔ حرمین شریفین میں آپ کا قیام دو سال رہا اور یہاں آپ کے ملکاتِ ذہنی و علمی نے ارتقاء کے وہ منازل طے کیے جو ہندوستان میں ممکن نہ تھے۔

آپ نے علمِ حدیث کا وسیع اور گہرا مطالعہ کیا جو آپ کی تحریکِ تجدید و اصلاح کے ایوان میں بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ آپ تحقیق و اجتہاد میں اس مقام پر پہنچے جہاں بہت کم لوگ پہنچ پاتے ہیں۔

دعوت الی القرآن سفرِ حجاز سے واپسی (۱۱۴۵ھ) کے بعد آپ نے اپنی پوری زندگی ترویجِ

حدیث اور اشاعتِ سنت میں صرف کردی۔ درسِ حدیث اور وعظ و ارشاد کے علاوہ آپ نے بالخصوص تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے تجدید و اصلاحِ امت، دین کے صحیح فہم کے احیاء اور علومِ نبوت کی نشر و اشاعت کے لیے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیے۔ آپ نے اصلاحِ عقائد کے سلسلہ میں دعوت الی القرآن کو بالخصوص اپنا مرکز و محور بنایا۔ آپ کا یہ صرف خیال ہی نہیں تھا، بلکہ ایک حقیقت تھی کہ ہدایتِ عام، اصلاحِ عقائد اور تعلق باللہ کا کوئی ذریعہ قرآنِ مجید کی تعلیمات اور اس کی براہِ راست اشاعت و تبلیغ سے بڑھ کر مؤثر نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہی جذبہ قرآنِ مجید کے فارسی زبان میں ترجمہ کا محرک بنا۔ چنانچہ آپ نے "فتح الرحمان" کے نام سے قرآنِ مجید کا ترجمہ کیا اور اس ترجمہ سے قرآنِ مجید کی تبلیغِ عام کے سلسلہ میں جو چٹان حائل تھی، وہ ہٹ گئی اور راستہ صاف ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے فارسی ترجمہ کے بعد آپ کے دو صاحبزادوں مولانا شاہ رفیع الدین محدثؒ دہلویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے قرآنِ مجید کے اردو تراجم کیے۔ ان ترجموں کی اشاعت سے اصلاحِ عقائد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں :

> "یہ دونوں ترجمے مسلمانوں کے گھروں میں ایسے عام ہوئے اور قرآنِ مجید کی تلاوت کے ساتھ ان کے پڑھنے کا ایسا رواج ہوا، جس کی مثال کسی دوسری دینی کتاب کے بارے نہیں مل سکتی۔ جہاں تک اصلاحِ عقائد اور عقیدۂ توحید کی اشاعت کا تعلق ہے، ان دونوں ترجموں سے فائدہ اٹھانے والوں کی کوئی تعداد نہیں بیان کی جا سکتی کہ وہ لاکھوں سے متجاوز ہو گی۔ حقیقت میں کوئی اسلامی حکومت بھی اپنے وسائل کے ساتھ دعوت و اصلاح کا اتنا بڑا کام انجام نہیں دے سکتی جو ان تینوں ترجموں نے دیا، اور جو ایک ہی شجرۂ طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء!" (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۵ ص ۱۴۹)

اشاعتِ سنت و حدیث

تجدیدِ دین اور اصلاحِ امت کے سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے دوسرا قدم جو اٹھایا، وہ حدیث و سنت کی اشاعت و ترویج تھا۔ آپ نے فقہ و حدیث میں تطبیق کی ضرورت کو اپنا مطمحِ نظر بنایا۔ اس سلسلہ میں شاہ صاحبؒ نے جو سعی و کوشش کی، اس سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیثِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شریعت کے نظام، دینِ اسلام کو اپنی صحیح شکل میں باقی رکھنے اور اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے مولانا سید ابوالحسن ندوی کی ایک تحریر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حدیث

وسنت اصلاحِ عقائد کے سلسلہ میں کس حد تک مؤثر ہے —— مولانا رقمطراز ہیں :

"حدیثِ نبوی ایک ایسی میزان ہے جس میں ہر دور کے مصلحین و مجددین اس امت کے اعمال و عقائد، رجحانات و خیالات کو تول سکتے ہیں۔ اور امت کے طویل، تاریخی و عالمی سفر میں پیش آنے والے تغیرات و انحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اخلاق و اعمال میں کامل اعتدال و توازن اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث کو بیک وقت سامنے نہ رکھا جائے۔ اگر حدیثِ نبوی کا ذخیرہ ہمارے پاس نہ ہوتا جو معتدل و کامل و متوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے اور وہ حکیمانہ نبوی تعلیمات نہ ہوتیں اور وہ احکام نہ ہوتے جن کی پابندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرہ سے کرائی تو یہ امت افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ جاتی اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا۔ اور وہ عملی مثال نہ موجود رہتی جس کی اقتداء کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ترغیب دلائی ہے :

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ —— الآیۃ" (الاحزاب : ۲۱)

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اسوۂ حسنہ ہے!"

نیز یہ فرما کر آپؐ کی اتباع کی دعوت دی ہے :

"قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ" (آلِ عمران : ۳۱)

"آپؐ فرما دیجئے، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا"

یہ ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے اور جس سے وہ زندگی اور قوت و اعتماد حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ اطمینان کر سکتے ہیں کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ نہ صرف آسان بلکہ ایک امرِ واقعہ ہے۔

حدیثِ نبوی زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے۔ اور ہمیشہ اصلاح و تجدید کے کام، نیز فساد اور خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آراء اور برسرِ جنگ ہونے میں ممد، اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر بھاری رہتی ہے۔ اور اس کے اثر سے ہر دور اور ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنھوں نے اصلاح و تجدید

کا جھنڈا بلند کیا ـــــ کفن بر دوش ہو کر میدان میں آئے اور بدعتوں، خرافات اور جاہلی عادتوں سے کھلی جنگ کی۔ اور دینِ خالص اور صحیح اسلام کی دعوت دی۔ اس لیے حدیثِ نبویؐ امتِ اسلامیہ کے لیے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔ اس کی حفاظت، ترتیب وتدوین، حفظ اور نشر و اشاعت کے بغیر امت کا یہ دینی و ذہنی، علمی و اخلاقی دوام وتسلسل برقرار نہ رہ سکتا تھا۔

اگر علمائے اسلام کی دسترس میں کتبِ حدیث نہ ہوتیں اور سُنتوں اور بدعتوں میں تفریق و امتیاز کا یہ معتبر وسیلہ و ذریعہ نہ ہوتا تو شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کے عہد سے لے کر حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحؒ (م ۱۱۷۶ھ) کے عہد تک مصلحینِ امت اور دینِ خالص کے مبلغین کا یہ سلسلہ وجود میں نہ آتا۔ اور مصلحین روزگار اور تصحیح وعقائد و اصلاحِ رسوم کے علمبردار نظر نہ آتے۔" (حدیث کا بنیادی کردار ص ۳۵-۳۸)

سنتِ نبویؐ اور حدیثِ نبویؐ کے مجموعے ہمیشہ اصلاح و تجدید اور امتِ اسلامیہ میں صحیح اسلامی فکر کا سرچشمہ رہے ہیں۔ اور جب حدیثِ نبویؐ سے روگردانی کی گئی تو جاہلی معاشرہ نے اپنا تسلط جما لیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے حدیث کی نشر و اشاعت کو اسی لیے اپنی زندگی کا محور بنایا۔ آپ "حجۃ اللہ البالغہ" کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"علومِ یقینیہ کا معتمد علیہ سرمایہ وسرتاج اور فنونِ دینیہ کی اصل و اساس علم حدیث ہے۔ جس میں افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل یا کسی بات پر آپؐ کے سکوت و رضامندی کا ذکرِ خیر ہوتا ہے۔ اس لیے یہ احادیث تاریکی میں روشن چراغ، رشد و ہدایت کا سنگِ میل اور بدرِ کامل کا حکم رکھتی ہیں۔ جو شخص ان پر عمل پیرا ہوتا ہے اور ان کی نگہداشت کرتا ہے تو وہ ہدایت اور خیرِ کثیر سے فیضیاب ہوتا ہے۔ جب کہ بدبخت اس سے اعراض و روگردانی کرتا ہے، وہ گمراہ و ہلاک ہو جاتا ہے اور اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی امر و نہی، انذار و تبشیر اور نعمت و تذکیر سے معمور ہے۔ اور آپؐ کی حدیثوں میں یہ چیزیں قرآن ہی کی طرح یا اس سے (مقدار میں) کچھ زیادہ ہی ہیں۔" (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ نے حرمین سے واپسی کے بعد اپنی پوری زندگی حدیث کی تشریح و تفہیم، تدریس و تعلیم اور اشاعت و تعمیم میں صرف کر دی۔ آپ کا مدرسہ رحیمیہ، جو آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم نے قائم کیا تھا، حدیث کا سب سے بڑا مرکز بن گیا اور ہندوستان کے ہر گوشے سے تشنگانِ علمِ حدیث نے دہلی کا رخ کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ کی، حدیث اور متعلقاتِ حدیث پر کتابیں لکھیں، مؤطا امام مالک کی دو شرحیں "المسوّیٰ" (عربی) اور "المصفّٰی" (فارسی) لکھیں۔ حضرت شاہ صاحب فقہ حدیث اور درسِ حدیث کا جو طریقہ رائج کرنا چاہتے تھے، یہ دونوں کتابیں اس کا نمونہ ہیں اور جو علمِ حدیث اور فقہ حدیث پر بڑی جامع اور محققانہ ہیں۔ ان کے علاوہ جو کتابیں براہِ راست فنِ حدیث پر نہیں ہیں، ان کا علمِ حدیث سے بالواسطہ تعلق ہے، جو یہ ہیں:

۱۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔
۲۔ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید۔
۳۔ حجۃ اللہ البالغہ۔

مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم لکھتے ہیں:

"جناب حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ نے حدیث کی اول الکتب موطا امام مالک کی دو شرحیں عربی و فارسی میں بنام "المسوّیٰ" اور "المصفّٰی" لکھیں۔ اور تقلیدی بندھنوں سے بے نیاز رہ کر اس مجتہدانہ شان کے ساتھ کہ بارھویں صدی ہجری کے مجدد کا فرض تھا۔ ان دونوں کا گویا ضمیمہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کے نام سے لکھا، تکملہ "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" سے کیا اور تتمہ "حجۃ اللہ البالغہ" جیسی غیر مسبوق کتاب سے کیا۔" (ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص: ۱۴)۔

حدیث و سنت کا مقام حجۃ اللہ البالغہ کی روشنی میں

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے "حجۃ اللہ البالغہ" ایسی بے نظیر کتاب لکھ کر عالمِ اسلام پر بہت بڑا احسان کیا۔ علمائے کرام نے اس کتاب کی بہت تعریف و توصیف کی ہے۔

محی السنۃ نواب صدیق حسن خاں مرحوم لکھتے ہیں:

"این کتاب اگرچہ در علمِ حدیث نیست اما احادیث بسیار دراں درج کردہ حکم اسرار

بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود مسبوق علیہ واقع شد و مثل آں دریں دوازدہ صد سال ہجری ہیچ یکے از علمائے عرب تصنیفے بوجود نیامدہ ومن جملہ تصانیف مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش ازاں ست کہ وصفش تواں نوشت۔" (اتحاف النبلاء ص ۱۷)

مولانا شبلی نعمانی رح حجۃ اللہ البالغہ کے بارے لکھتے ہیں :

"حجۃ اللہ البالغہ" میں انھوں (شاہ صاحب) نے شریعت کے حقائق و اسرار بیان کیے ہیں جو درحقیقت علم کلام کی روح رواں ہے۔ علم کلام درحقیقت اس کا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت ثابت کیا جائے کہ وہ منزّل من اللہ ہے۔ مذہب دو چیزوں سے مرکب ہے، عقائد اور احکام۔ شاہ صاحب کے زمانے تک جس قدر تصنیفات لکھی جا چکی تھیں، صرف پہلے حصّے کے متعلق تھیں۔ دوسرے حصّے کو کسی نے مس نہیں کیا تھا۔ شاہ صاحب پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس موضوع پر کتاب لکھی۔" (الندوہ دسمبر ۱۹۷۰ء)

"حیاتِ ولی" کے مصنّف مولانا رحیم بخش دہلویؒ، حجۃ اللہ البالغہ کے بارے لکھتے ہیں :

"یہ ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں تمام عبادات و معاملات نہایت بسط وشرح کے ساتھ محققانہ طرز پر بیان کیے گئے ہیں اور فقہاء محدّثین کے اختلافِ مذاہب کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ظاہر کیا گیا ہے۔ مسائلِ فقہ، مذاہبِ اربعہ یعنی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کی تحقیقات، مذاہبِ صحابہؓ و تابعینؒ اور اقوالِ فقہاء و محدّثین سے لے کر فقہ حدیث کی بنیاد از سرِ نو قائم کی ہے۔ اور اسرارِ حدیث اور مصالح احکام ایسی خوبی اور سلیقہ شعاری سے بیان کیے گئے ہیں، جس سے متقدمین مصنفین کے حلقے خالی ہیں۔" (حیاتِ ولی ص ۵۵۸)

صاحبِ "تراجم علمائے حدیث ھند" لکھتے ہیں کہ :

"حجۃ اللہ البالغۃ حکمت، تشریح، حدیث، فقہ، تصوف، اخلاق، فلسفہ، جملہ علوم اس میں موجود ہیں۔" (ص ۴۳)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں :

"شاہ صاحب کی سب سے معرکۃ الآرا کتاب اور علمی کارنامہ حجۃ اللہ البالغہ ہے جس میں دین و نظامِ شریعت کا ایک ایسا مربوط، جامع اور مدلّل نقشہ پیش کیا

گیا ہے جو بہت کم دوسری کتابوں میں نظر آتا ہے۔ شاہ صاحب نے عقائد سے لے کر عبادات، معاملات، احسان وتزکیہ، مقامات واحوال، کسبِ معیشت کے طرق . . . . خلافت، قضاء، جہاد، آدابِ طعام، آدابِ صحبت، معاشرت اور آخر میں فتن، حوادث مابعد اور علاماتِ قیامت کی احادیث سے بحث کی ہے۔"

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵ ص ۲۱۵-۲۳۹)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ صاحب نے اپنی بے نظیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں خیر القرون کے اہلِ علم کی دو قسمیں اہل حدیث اور اہل الرائے قرار دیں۔ اہل حدیث کے طرزِ استدلال کی تعریف کی اور اہل الرائے کو اپنی جگہ مفید، اور معذور ہونے کا تصور دیا۔

شاہ ولی اللہ کے بعد ان کے خاندان کے حضرت شاہ محمد اسحاق رح نے حدیث کی بہت خدمت کی اور حضرت شاہ اسحاق کے تلمیذ حضرت شیخ الکل مولانا محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے ۶۰ سال تک دہلی میں درسِ حدیث دیا۔"

(ملخص از مقدمہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی)

بارھویں صدی ہجری میں شاہ صاحب کے دور میں سیاسی انتشار اور اس سلسلہ میں اُن کا مجاہدانہ کردار

برِ صغیر انتظامی واخلاقی حیثیت سے انحطاط، بدنظمی، طوائف الملوکی اور انتشار واضطراب کا شکار تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد جو حکمران برسرِ اقتدار آئے وہ ہر لحاظ سے کمزور تھے اور ان میں اہلیت ہی نہیں تھی کہ وہ حکومت کر سکیں۔

مولانا ذکاء اللہ دہلوی مرحوم لکھتے ہیں:

"عالمگیر کے مرنے کے بعد سلطنت کے کاموں میں انقلابِ عظیم ہو گئے تھے اور تمام تعلقات کی صورت بدل گئی تھی۔ اور مرہٹوں سے جو سلطنتِ تیمور کے تعلقات تھے، وہ بالکل کایا پلٹ ہو گئے تھے۔ سلطنت کمزور ہو کر قریب المرگ تھی، مگر مرتے دم تک اپنی نخوت وتکبر سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔" (تاریخ ہندوستان ج ۹ ص ۲۳)

ان حالات میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے ایک طرف تو درس وتدریس کا سلسلہ جاری

رکھا اور دوسری طرف تصنیف وتالیف کی طرف خاص توجہ دی —— مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

"شاہ صاحب درس، تصنیف، دعوت الی اللہ، تزکیۂ نفوس و تربیتِ طالبین کا کام اس جمعیتِ خاطر اور اس اہتمام و انصرام کے ساتھ کرتے رہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دلّی میں نہیں، سارے ہندوستان میں معتدل و پرسکون حالات ہیں اور وہ ایک گوشۂ عافیت میں بیٹھے ہوئے علمی وتحقیقی، فکری راہنمائی اور اخلاقی تربیت اور احیائے ملت کے کام میں مصروف ہیں "

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵ ص ۲۹۲)

حضرت شاہ ولی اللہ نے اس افراتفری کے دور میں جو عظیم کارنامے سرانجام دیے اور جس استقامت، بلند ہمتی اور اولوالعزمی کے ساتھ ملک کی زلزلہ انگیز فضا میں تصنیفی و تالیفی خدمات کے ساتھ ساتھ درس وتدریس اور وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا، وہ اقبال کے اس شعر کی عملی تصویر ہے ؎

ہوا تھی گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے تھے اندازِ خسروانہ

حضرت شاہ ولی اللہ کے علمی کارنامے

آپ نے جو علمی کارنامے سرانجام دیے، اس کے متعلق مولانا مودودی مرحوم اپنے مضمون میں لکھتے ہیں :

"انھوں نے اسلام کے پورے فکری، اخلاقی، شرعی اور تمدنی نظام کو مرتب صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے - یہ وہ کارنامہ ہے، جس میں وہ اپنے تمام پیش روؤں سے بازی لے گئے ہیں - اگرچہ ابتدائی تین چار صدیوں میں بکثرت ایسے ائمہ گزرے ہیں، جن کے کام کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ذہن میں اسلام کے نظامِ حیات کا مکمل تصور رکھتے ہیں - اور اسی طرح بعد کی صدیوں میں بھی ایسے محققین ملتے ہیں، جن کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس تصور سے خالی تھے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی جامعیت اور منطقی ترتیب کے ساتھ اسلامی نظام کو بحیثیت ایک نظام کے مرتب کرنے

کی طرف توجہ نہیں کی۔ یہ شرف شاہ ولی اللہ کے لیے مقدر ہو چکا تھا کہ اس راہ میں پیش قدمی کریں۔"

(رودِ کوثر ص ۵۸۴)

شاہ ولی اللہ کا علمی مقام جب برِ صغیر میں اسلام کا دم واپسیں تھا تو شاہ ولی اللہ دہلوی ایسی شخصیت پیدا ہوئی۔ جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابنِ راشد کے کارنامے ماند پڑ گئے۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

"اگر وجودِ او در صدرِ اول و در زمانہ ماضی می بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ مے شد۔"

(اتحاف النبلاء)

"یعنی آپ پہلے زمانوں میں پیدا ہوتے تو آپ کو اماموں کا امام سمجھا جاتا۔"

وفات شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے محرم ۱۱۷۶ھ کی آخری تاریخ ۶۲ سال کی عمر میں دہلی میں انتقال کیا۔

شعر و ادب

جناب فضل انبالوی

نعت شریف

محمدؐ افضل و اکرم، محمدؐ جانِ دو عالم
محمدؐ مرسلِ خاتم، محمدؐ عظمتِ آدم

محمدؐ ہیں خدائے عز و جل کے نیرِ اعظم
محمدؐ ہادیٔ دوراں، محمدؐ سرورِ عالم

محمدؐ رحمتِ کامل، محمدؐ مخزنِ حکمت
محمدؐ بحرِ علم و دانش و انوارِ دو عالم

سراپا حسن و خوبی، حاملِ اخلاقِ شائستہ
تکلم دلنشیں، چہرہ شگفتہ اور متبسم

محمدؐ والیٔ بطحا، محمدؐ شافعِ محشر
محمدؐ ہی امامِ انبیاء اور رہبرِ اعظم

محمدؐ نے ہی اس بزمِ عالم کو ضیاء بخشی
محمدؐ شانِ محبوبی محمدؐ راحتِ پیہم

اگر تفصیل لکھے کوئی اوصافِ محمدؐ کی
بہت ممکن ہے عمرِ جاوداں بھی اس کے لیے ہو کم